اردو افسانہ: ماضی و حال-- 2

اردو افسانے کی روایت میں ایک نمایاں نام راجندر سنگھ بیدی کا ہے۔ ان کے افسانوں میں پائی جانے والی معروضیت ان کے جذبے کو معتدل کرتی ہے۔ ان کے موضوعات زمین سے شروع ہو کر زمین پر ہی لوٹ آتے ہیں۔ انسان اس کائنات کا مرکز و محور ہونے کے باوجود اس کائنات میں سب سے محروم اور دکھی مخلوق ہے جو احساس اور شعور رکھنے کی بنا پر ہر لمحے تڑپتی اور بے قرار رہتی ہے۔ بیدی کے افسانوں میں انسانی کرب اور پریشانیوں کو پیش تو کیا گیا ہے لیکن ان کے اسلوب کی لطافت اور جذبے کے سبب کہیں بھی یہ کرب اور پریشانیاں اشتہار نہیں بنتیں۔ راجندر سنگھ بیدی کے ہاں تجربے کی گہرائی سے صداقت کا ظہور ہوا ہے۔ جس نے اُن کے افسانے کو نئی معنویت عطا کی ہے۔ ان کے افسانے گرم کوٹ، دوسرا کنارہ، متھن، لاجونتی اور گرہن اس حوالے سے عمدہ مثال ہیں۔

اوپندر ناتھ اشک بھی اردو افسانہ نگاری میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے نچلے اور متوسط طبقوں کی معاشی، سماجی اور جنسی محرومیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے موضوعات کا بنیادی ماخذ زمین اور اُس پر بسنے والا انسان ہی ہے۔ یہ موضوع روز ازل ہی سے ہر لکھنے والے کا موضوع رہا ہے لیکن انداز بیاں اور جذبے کی صداقت و گہرائی نے ہر لکھنے والے کو امتیاز بخشا ہے۔ اوپندر ناتھ اشک بھی زمین اور اس کے باسیوں کی محرومیوں اور دکھوں کو موضوع سخن تو بناتے ہیں لیکن ان کے ہاں جذبے کی چاشنی، انہیں روایتی ترقی پسندی کے منصب سے کہیں بلند کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے ہاں اقدار کی تخریب کے بجائے ایک صحت مند تبدیلی کا ماحول ملتا ہے۔ ان کے افسانے قفس، ڈاچی اور چیتن کی ماں، اس حوالے سے عمدہ مثالیں ہیں۔

اردو افسانے کے ارتقائی سفر میں ایک نمایاں افسانہ نگار، جس کے بغیر اردو افسانے کا تذکرہ نامکمل رہے گا وہ سعادت حسن منٹو ہے۔ بلاشبہ وہ عظیم افسانہ نگار ہیں۔ اس کے باوجود کہ منٹو پر جنس نگاری کی چھاپ لگی ہوئی ہے لیکن انہوں نے دوسرے بہت سے موضوعات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ سعادت حسن منٹو نہایت بے باکی سے کہانی بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ وہ حقیقت نگاری کیباوجود اپنے اسلوب میں کہیں سپاٹ پن نہیں آنے دیتے۔ منٹو نے اپنے افسانوں میں اگر طوائف ہی کو زیادہ موضوع بنایا ہے تو اس کی ایک بنیادی وجہ اُس کا ماحول ہے۔ امرتسر جہاں منٹو کا بچپن گزرا، وہاں شہر کے درمیان ایک طویل بازار حسن تھا۔ پھر جب منٹو بمبئی آئے تو یہاں بھی قدم قدم پر انہیں، اُن کی پسند کے کردار ملے۔ شہر سلطانہ، ممدو بھائی، مسزڈی کوسٹا اور گوپی ناتھ، ممبئی کے ہی کردار ہیں۔

سعادت حسن منٹو زندگی کو سرسری نظر سے نہیں دیکھتے، وہ بہت باریک بینی سے گرد وپیش کا جائزہ لیتے ہیں اور نہایت بے باکی سے پوسٹ مارٹم کر کے رکھ دیتے ہیں۔ یہ پوسٹ مارٹم اتنی بے رحمی سے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات تو کراہت محسوس ہوتی ہے۔ ایک طرف وہ ٹھنڈا گوشت، کالی شلوار، بلاؤ اور کھول دو جیسے افسانے لکھتے ہیں تو دوسری طرف نیا قانون اور تماشا جیسے افسانے لکھ کر اپنے سماجی و سیاسی شعور کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اردو میں منٹو نے جس بے باکی اور صاف گوئی سے افسانوں میں زندگی کے چبھتے ہوئے مسائل کو پیش کیا اس کی دوسری مثال نہیں ملتی۔

احمد ندیم قاسمی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت عمدہ افسانہ نگار بھی ہیں۔ اردو افسانے کی ترویج میں اُن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کے افسانوں میں مقصدیت اور حقیقت نگاری کار فرما ہے۔ اُن کی مقصدیت اور حقیقت نگاری رومانیت کے زیر اثر ایک منفرد اسلوب متعارف

کراتی ہے۔ اُن کے افسانوں میں دیہاتی اور شہری زندگی کے تصادم سے ایک اچھوتی فضا تیار کی گئی ہے۔ الحمد اللہ، کنجری، مامتا، کپاس کا پھول، سناٹا، رئیس تھانہ، بندگی، طلوع و غروب، اُن کے نمائندہ افسانے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانے فکری اور اسلوبیاتی اعتبار سے ان کی مہارت کے گواہ ہیں۔ انہیں کہانی کی بنت کاری اور کرافٹنگ پر دسترس حاصل ہے۔

اردو افسانہ نگاری میں ایک اور معتبر نام قراۃ العین حیدر کا ہے۔ انہوں نے اودھ کے جاگیردار طبقے اور آئی سی ایس افسروں کے متعلق اپنی کہانیوں کا آغاز کیا۔ قراۃ العین حیدر کے افسانوں میں تقسیم ہند کے بعد پیش آنے والے حالات و واقعات نے ایک اچھوتا کرب نمایاں کیا ہے۔ اس حوالے سے وہ اپنے دیگر ہم عصر لکھنے والوں سے مختلف انداز میں لکھتی ہیں۔ وہ لٹی ہوئی عصمتوں پر آنسو نہیں بہاتیں، اُن کے افسانوں میں تباہی و بربادی کا نوحہ نہیں ہے۔ کیونکہ انہیں اس سے غرض نہیں ہے کہ کیا ہوا بلکہ وہ اپنی تمام تر توجہ اس پر رکھتی ہیں کہ کیوں ہوا۔

قراۃ العین حیدر کا شمار بھی ارضی رجحان رکھنے والے علمبرداروں میں ہوتا ہے۔ اُن کے موضوعات اپنے گردوپیش کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں 'غفران منزل' اور 'کنورلاج' کا ذکر ہے تو وہیں معمولی ٹائپسٹ لڑکیوں اور ریڈیو سٹیشنوں کے برآمدوں میں انتظار کرتی طوائفوں کا تذکرہ بھی ہے۔

آزادی کے بعد اردو افسانے کے اسلوب اور موضوعات پر دو تنوع پیدا ہوا۔ بہت سے جدید لکھنے والوں نے اس میں تجربات کے در وا کیے ہیں۔ ان لکھنے والوں میں ایک غلام عباس بھی شامل ہیں۔ جن کی افسانہ نگاری کا آغاز آزادی سے پہلے ہی ہو چکا تھا لیکن آزادی کے بعد انہوں نے اپنے منفرد اسلوب اور موضوعات کی بنا پر، اپنا جداگانہ رنگ جمایا۔ اُن کے ہاں موضوعات کا تنوع ہے۔ وہ زندگی کو بہت قریب سے دیکھتے ہیں اور جذئیات نگاری کو بروئے کار لاتے ہوئے واقعیت نگاری کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ ان کا اسلوب رواں اور سادہ ہے۔ اُن کے اکثر کردار دوہری شخصیت کے حامل ہیں جو کہانی میں چونکا دینے کا سبب بنتے ہیں۔

ممتاز مفتی ایک اور افسانہ نگار ہیں جنہوں نے اردو افسانے میں نفسیاتی مطالعہ کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ ممتاز مفتی کے کردار بظاہر عام زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد ہوتے ہیں لیکن وہ انہیں نفسیات کی آنکھ سے دیکھ کر مختلف بنا دیتے ہیں۔ ممتاز مفتی کے اکثر افسانوں میں تو انسانی فطرت کا نفسیاتی مطالعہ کسی ماہر نفسیات کی طرح کیا گیا ہے۔

اشفاق احمد کے افسانوں کا مرکزی نقطہ محبت ہے لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں زندگی کا کرب اور اس کی پریشانیوں کا اظہار بھی ہوا ہے۔ حقیقت میں اُن کے ہاں موضوعات کا تنوع ہے اور ان موضوعات کے لیے جو جذبہ مہمیز کا کام کرتا ہے وہ اُن کی والہانہ محبت ہے جو اُن کے افسانوں کا احاطہ کیے رکھتی ہے۔

اردو افسانے کے ارتقائی مراحل میں جس افسانہ نگار کی کاوشوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، وہ انتظار حسین ہیں جنہوں نے کہانی کو ایک نیا پن عطا کیا۔ انہوں نے اردو افسانے کے اسلوب کو ایک نئی جہت بخشی۔ تجسیم، تجدید اور علامت نگاری کے نت نئے تجربات کیے اور اردو افسانے کو دیگر زبانوں میں لکھے جانے والے شاہکار افسانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

موجودہ دور تک پہنچتے پہنچتے اردو افسانہ مختلف مراحل اور تجربات سے گزرا ہے۔ اس میں موضوعات اور اسلوب کے نت نئے تجربات کیے گئے ہیں۔ یہ تجربات جہاں مختلف شخصیات کے مزاج اور صلاحیتوں کے مرہون منت ہیں وہاں حالات و واقعات اور زندگی کی سماجی اور سیاسی جہتوں

میں آنے والی نت نئی تبدیلیاں بھی اس کا سبب ہیں۔ بین الاقوامی تحریکیں اور بدلتے ہوئے تہذیبی و سماجی رجحانات بھی اردو افسانے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

فرانس سے شروع ہونے والی علامتی تحریک کے اثرات بھی ہمارے افسانہ نگاروں نے لیے۔ اس کے ساتھ ہی فرائیڈ اور ژونگ کے خیالات سے بھی اردو افسانہ محفوظ نہ رہ سکا۔ گو یہ خیالات اردو افسانے میں قدرے تاخیر سے داخل ہوئے لیکن ان کے اثرات اجتماعی سوچ اور زندگی پر ظاہر ضرور ہوئے۔ شعور کی رو کے تحت افسانے لکھے گئے۔ شعور و لاشعور کو موضوع بحث بنایا گیا۔

حسن عسکری نے شعور کی رو کے حوالے سے افسانے لکھے۔ ان کے افسانوں میں اُن ناآسودہ خواہشات کو موضوع بنایا گیا جو معاشرے کی پابندی کے باعث آسودہ نہیں ہو پاتیں۔ ان کے افسانوں میں پلاٹ کی ترتیب کا اتنا خیال نہیں رکھا گیا۔ محض شعور کی غیر مربوط رو سے ہی کہانی اور کرداروں کے خدوخال ترتیب دیئے گئے ہیں۔

مغرب کے زیر اثر ممتاز شریف نے بھی اپنے افسانوں میں علمیت کا اظہار کر کے اپنے قاری کے لیے ذہنی ورزش کا خوب اہتمام کیا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسانی تجربات کو گرفت میں لانے کے لیے محض حال ہی سے واسطہ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ماضی میں تاریخ اور دیومالاؤں میں اس کے رشتے اور جڑیں تلاش کرنا پڑتی ہیں۔ یہ انہیں لکھنے والوں کا اعجاز ہے کہ اردو افسانہ نگاری اور فرانسیسی ہم عصر افسانوں کے مقابل آ کھڑا ہوا ہے۔

موجودہ عہد میں اردو افسانے کی تکنیک پر بھی بے شمار تجربات ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تکنیک کے اعتبار سے آج اس میں بے پناہ تنوع پایا جاتا ہے۔ آج کا افسانہ تجسیم اور تجرید کے بین بین اپنا سفر طے کر رہا ہے۔ دہری سطح کی کہانیاں لکھی جا رہی ہیں، جنہیں قاری کے لیے سوچنے اور خود کو کہانی میں شامل کرنے کے مواقع موجود ہیں۔ اس طرز کی کہانی میں مشتاق قمر، منشایاد اور سلیم آغا قزلباش بہت نمایاں ہیں۔ خالدہ حسین احمد کی کہانیوں میں قدرے ابہام پایا جاتا ہے البتہ ان کا نقطہ نظر بین السطور جاری و ساری رہتا ہے، اسی طرح مرزا حامد بیگ کی کہانیوں میں بھی ابہام کی فضا ضرور ہے لیکن اُن کی کہانی کو سمجھنا بھی مشکل نہیں ہے۔

اردو افسانے کے ارتقا اور ترقی میں اور بہت سے افسانہ نگاروں کا خون جگر بھی صرف ہوا ہے۔ جن کا ذکر علیحدہ سے نہیں ہو سکا تاہم اُن کے بغیر اردو افسانے کی داستان ادھوری رہے گی۔ ان میں سے کچھ نام یوں ہیں: سہیل عظیم آبادی، حیات اللہ انصاری، شیر محمد اختر، قدرت اللہ شہاب، شوکت صدیقی، آغا بابر، شمس آغا، منشایاد، انور سجاد، مظہر الاسلام، رشید امجد، مستنصر حسین تارڑ، غلام الثقلین نقوی، جوگندر پال، رام لعل، اختر اورینوی، شکیلہ اختر، جیلانی بانو، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، شین مظفر پوری، بانو قدسیہ، نشاط فاطمہ، عذرا اصغر، جمیلہ ہاشمی، فرخندہ لودھی، ذکیہ مشہدی، قمر جہاں، سائرہ ہاشمی، علی امام نقوی، شفق، سلام بن رزاق، غیاث احمد گدی، نیر مسعود، الیاس احمد گدی، حسین الحق، عبد الصمد، اقبال مجید، شموئیل احمد، طارق چھتاری، شوکت حیات وغیرہ۔

اردو افسانے کا سفر ابھی زور شور سے جاری ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں افسانہ نگار حصہ لے رہے ہیں۔ آنے والا وقت ان کے مقام اور مرتبے کا فیصلہ کرے گا۔